خداداد صلاحیتوں کیوجہ سے خلیل نے علم عروض کو ایجاد کیا اور اسکو پانچ قسموں میں محصور کرکے اس کی پندرہ بحریں نکالیں۔

نضر ابن شمیل فرماتے ہیں کہ شعراء جب خلیل کے پاس سے گذرتے تو نحو میں گفتگو کرتے تھے خلیل نے سوچا کہ ان کے لئے ایک اصل کی ضرورت ہے اس کے بعد وہ اس سلسلہ میں سوچتا رہا غور وفکر کرتا رہا یہانتک کہ اس نے عروض کو وضع کیا وہ اپنے گھر کے ایک کمرہ میں تنہا گھس گیا اور ایک طشت کو سامنے رکھ کر اسے لکڑی سے پیٹنا شروع کردیا تو اس سے جو آواز نکلتی تو خلیل اسی کے ساتھ اپنی آواز کو ملاتا اور یہ کہتا۔ فاعلن، مستفعلنُ۔ فعولن چنانچہ اس کی اس عجیب وغریب حرکتوں کو ان کے بھائی نے دیکھ لیا اور سمجھا کہ خلیل پاگل ہوگیا ہے۔ اور بقول ابن معتز اسکے اختراع کا سبب یہ تھا کہ خلیل بصرہ کے دھوبی محلہ میں گیا تو وہاں اس نے کپڑے پیٹتے وقت مختلف قسم کی آوازیں اٹھتی سنیں اس کے سننے کے بعد اس علم میں غور کیا اور کہا کہ میں اس سے ایک ایسا اصول علم وضع کروں گا جسکو مجھ سے پہلے کسی نے نہیں وضع کیا ہوگا چنانچہ انھوں نے اسی آواز کی بنیاد پر علم عروض وضع کیا نیز خلیل ذہین اور تیز طبع شاعر تھا۔ الحان ونغمہ میں ایک مشہور مستند کتاب "کتاب العین" کا مصنف تھا جس میں انہوں نے کلام عرب کے تمام مادے جمع کردیئے اور اسی کے ساتھ وہ اپنی ذکاوت وفہم کیوجہ سے عربی کے ذریعہ اور زبانوں کا مطلب بھی نکال لیا کرتا تھا۔

ابن معتز نے ابوعباس سے روایت کی ہے کہ ایک بار لیث جو کہ اپنے زمانہ کا بے مثل کاتب نحو اور شعر وادب میں صاحب بصیرت تھا خلیل ابن احمد سے ملا تو اس نے خلیل کو علم وادب کا سمندر پاکر اسکو انعام واکرام دیا۔ خلیل ابن احمد نے چاہا کہ لیث کی حیثیت کے مطابق کوئی ہدیہ پیش کرے۔ اس نے دیکھا کہ لیث کے یہاں مال و دولت کی فراوانی ہے مال کی اس کے یہاں کوئی قیمت نہیں اس لئے اس کی خدمت میں کوئی لطیف تحفہ پیش کیا جائے اور ایسی ہی چیز اسکی خوشنودی اور رضا کا باعث ہوسکتی ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر انہوں نے "کتاب العین" جیسی اعلیٰ کتاب کی تصنیف کی زحمت اٹھائی اور اسکو آراستہ وپیراستہ کرکے اعلیٰ ہیئت اور بہترین خط سے مزین کرکے لیث کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کی تو لیث اس ہدیہ سے بہت خوش ہوا۔ اور

خلیل کی خدمت میں ایک لاکھ درہم کا ہدیہ پیش کیا اوراس کے باوجود معذرت چاہی۔ لیث کو یہ کتاب اتنی پسند آئی کہ وہ دن رات اس کے مطالعہ میں مصروف رہنے لگا وہ نہ تو اس مطالعہ سے گھبراتا اور نہ ہی اس کے مطالعے سے تھکتا یہاں تک کہ اس نے نصف کتاب زبانی یاد کرلی۔

لیث اس کتاب کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتا تھا وہ کسی بھی حال میں اس کتاب سے غافل نہیں ہوتا تھا اس کے دل میں اس کتاب کی قدر و منزلت کتنی تھی اس کا اندازہ اس واقعہ سے بحسن وخوبی ہوجائے گا۔		(بقیہ: آئندہ)

انتخابُ الترغیب والترہیب

تالیف: امام حافظ زکی الدین المنذری

ترجمہ وتشریح: جناب مولانا عبداللہ طارق دہلوی

نیک اعمال کے اجر و ثواب اور بدعملیوں پر زجر و عتاب کے موضوع پر یہ کتاب نہایت جامع اور بہت مقبول ہے، اب تک اس کتاب کا کوئی ترجمہ نہ تھا۔ ادارے نے اس کو نئی ترتیب اور نئے عنوانات سے مرتب کراکر شائع کرنا شروع کیا ہے، علمی حلقوں میں اس کوشش کو بہت سراہا گیا ہے۔

مسجدوں میں اور دینی محفلوں میں یہ کتاب پڑھی اور سنی جاتی ہے، زبان سلیس اور آسان رکھی گئی ہے، شروع میں ایک جامع مقدمہ ہے جس میں فن حدیث کا تعارف، تدوین حدیث کی تاریخ، مشہور محدثین کے حالات اور حدیث کی اصطلاحات وغیرہ کا مفصل بیان ہے۔

جلد اوّل غیر مجلّد	۸۰/- روپے	مجلّد	۱۰۰/- روپے
جلد دوم " "	۸۰/- روپے	"	۱۰۰/- روپے
جلد سوم " "	۸۰/- روپے	"	۱۰۰/- روپے
جلد چہارم " "	۸۰/- روپے	"	۱۰۰/- روپے

ترجمہ "تذکرہ علمائے ہند" پر ایک نظر

آخری قسط

ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم، استاد، شعبۂ تقابل ادیان، ہمدرد یونیورسٹی، نئی دہلی ۶۲

وحاشیہ بر دوحہ "شمس بازغہ" از تصانیف اوست" (۱)

مترجم نے اس کا ترجمہ " دوحۂ شمس بازغہ" کے نام سے کیا ہے حالانکہ دنیا میں اس نام کی کوئی کتاب ظہور میں نہیں آئی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ملا محمود جونپوری نے جو "شمس بازغہ" کے مصنف ہیں مادہ کی حقیقت کے باب میں ایک کتاب بعنوان " دوحة المیادة فی حقیقة المادة" لکھی تھی جس پر بہت سے علمار نے حواشی لکھے اس میں مولوی ظہور اللہ بھی تھے مگر پروفیسر موصوف نے حاشیہ بر دوحۃ المیادہ مصنفہ صاحب شمس بازغہ کو دوحہ شمس بازغہ بنا دیا۔

پروفیسر موصوف نے علامہ فضل حق خیرآبادی کی تصنیفات میں " الروض کو بھی شمار کرایا ہے۔ (۲)

الروض بالکل مبہم لفظ ہے اس کے معنی باغ ہیں بہت سے علمار نے الروض کی ترکیب سے اپنی اپنی مصنفات کے نام رکھے ہیں جیسے الروض الانیف للحکمی، الروض الانیق للبکری الروض الباسم للخربی، الروض البهیج لعفیف ابن مرذوق، الروض الوالض للبکری اور الروض لمعطار للبرزنجی وغیرہ مولانا فضل حق خیرآبادی نے مسئلہ حقیقت وجود پر ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام " الروض المجود" تھا پروفیسر موصوف نے اس میں سے المجود نظرانداز کر کے محض " الروض " رہنے دیا اس میں پروفیسر صاحب کی کیا حکمت پنہاں تھی کچھ وثوق سے نہیں کہا جا سکتا۔

میر محمد زاہد ہروی کی اعلیٰ تصانیف میں جن کتابوں کو شامل کیا ہے ان میں "شرح مواقف" کو بھی نام لیا ہے (۳) حالانکہ دنیا جانتی ہے کہ " شرح مواقف" میر سید شریف کی تصنیف ہے جس کے

موقف دوم "امورِ عامہ" پر میرزاہد ہروی نے حاشیہ لکھا تھا۔ اسی وجہ سے یہ حاشیہ کبھی میرزاہد امورِ عامہ، کبھی میرزاہد شرح مواقف، اور کبھی حاشیہ زاہدیہ علی شرح المواقف" کہلاتا ہے۔

یہ ایک علمی تحقیق تھی اس میں لغزش کیلئے پروفیسر مترجم تو مرفوع القلم ہیں البتہ یہ ناقابل معافی کوتاہی ہے جو جناب مولانا مصحح صاحب سے سرزد ہوئی ہے نام نہاد "تصحیح" کا معاوضہ طلب کرنے کی جلدی میں انہوں نے اس فاحش غلطی کی نشاندہی کرنا بھی ضروری نہیں سمجھا۔ فانا للہ و انا الیہ راجعون۔

مترجم موصوف نے شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی کی تصانیف میں چند کتابوں کا اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے۔

(۹) رسالہ (۱۰) تشریح الافلاک عاملی محشی بالفارسیہ۔

"رسالہ" انتہائی مبہم لفظ ہے" ہر چھوٹی کتاب رسالہ کہلاتی ہے۔ سوال یہ ہے اس رسالہ کا نام کیا تھا؟ تشریح الافلاک عاملی محشی بالفارسیہ" کسی مطبوعہ کتاب کا نام معلوم ہوتا ہے۔ اگر واقعتاً شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے "تشریح الافلاک عاملی پر حاشیہ لکھا تھا تو لکھنا چاہیئے تھا" حاشیہ (فارسی) بر تشریح الافلاک عاملی" ویسے شیخ بہاء الدین عاملی نے ہیئت میں ایک رسالہ بعنوان "تشریح الافلاک" لکھا تھا جس پر شاہ کلیم اللہ کے برادرزادہ مولانا امام الدین ریاضی نے "التصریح" کے نام سے شرح لکھی تھی اور یہ کتاب ان کے زمانہ سے تا ایں دم عربی مدارس کے درس میں داخل ہے اور بہت سے علماء نے اس پر حواشی لکھے ہیں۔ متن پر عموماً حاشیہ نہیں لکھا جاتا اس کی توضیح طلب مقامات کی تشریح کے لئے شرح لکھی جاتی ہے البتہ شرح پر حاشیہ لکھا جاتا ہے۔

مترجم موصوف نے شیخ امان اللہ پانی پتی کی تصانیف میں "شرح لوائح جامی" گنائی ہے[۴] ان جامی صاحب کا نام کیا تھا؟ مزید تفصیل موجب تطویل ہوگی۔

ظاہر ہے جو "عقل کل" درس میں متداول کتابوں کے صحیح نام سے واقف نہ ہو اس سے یہ توقع کرنا کہ مشہور مصنف کی کتاب سے جو تسامحات ہوئے تھے ان کی تصحیح کرے یا جو باتیں مصنف کے زمانہ

میں مشہور و معروف تھیں مگر آج جن کی نوعیت بدل گئی ہے، اسے شرح و بسط کے ساتھ متعارف کراتے ایسی ہی غیر دانشمندانہ توقع ہوگی جس طرح کوئی بھینس کے آگے بین بجانے کے بجائے خود اس سے بین بجانے کی آس لگائے۔ بہر حال اس قسم کا کام کرنے والوں کے لئے بطور نمونہ دو ایک مثالیں دیدی جائیں تو شائد بیجا نہ ہوگا۔

(۵) پروفیسر موصوف نے ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کی تصانیف کے ضمن میں لکھا ہے" الدرۃ الثمینۃ فی اثبات الواجب تعالیٰ۔ خود مصنف (رحمٰن علی) نے صفحہ ۱۱۴ پر لکھا تھا الدرۃ الثمینۃ فی اثبات الواجب تعالیٰ۔

" الدرۃ الثمینۃ " جسے رسالہ خاقانیہ بھی کہا جاتا ہے مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی ہی کا نہیں بلکہ ہندوستانی عبقریت کا ایک قابل فخر شاہکار ہے جس نے ایران کے اندر ہندوستان کے کھوئے ہوئے علمی وقار کو بحال کردیا تھا۔ مگر اس کا موضوع اثبات واجب (یا خدا کے وجود کا ثبوت) نہیں ہے۔ اس مسئلہ سے تو اس رسالہ میں قطعاً تعرض نہیں کیا گیا اس کا موضوع ہے "مسئلہ علم باری" (یا زیادہ واضح لفظوں میں اس بات کا ثبوت کہ باری تعالیٰ کو کلیات کے ساتھ ساتھ جزئیات متغیرہ مادیہ کا بھی علم ہے) اور یہ ان تین مسئلوں میں سے ایک مسئلہ ہے جس کا انکار حسب تصریح امام غزالی کفر ہے۔

(۶) مترجم موصوف نے مولوی ببر دہلوی کے تذکرے کے ضمن میں لکھا ہے۔ سائل نے ان سے پوچھا کہ سات ستاروں کے علاوہ جملہ کواکب فلک الافلاک پر ثبت ہیں" مصنف مولوی (رحمٰن علی) نے لکھا تھا۔

" پرسیدم ماسوائے سبعہ سیارہ جملہ کواکب بر فلک الافلاک ثبت اند"

حالانکہ ہیئت قدیمہ کے نزدیک فلک الافلاک یا نویں آسمان میں کوئی ستارہ ثبت نہیں ہے اسی وجہ سے اسے فلک اطلس کہتے ہیں جملہ کواکب آٹھویں آسمان میں مرکوز ہیں اسی لئے اسے فلک الثوابت یا فلک البروج کہتے ہیں" مزید تفصیل غیر ضروری ہے۔

(۷) بعض باتیں قدماء کے لئے معروف تھیں مگر آج نہ صرف تعلیم جدید کے فارغین کے لئے بلکہ قدیم مدارس عربیہ کے طالب علموں کے لئے بھی لاطینی و عبرانی بن گئی ہیں مثلاً

" وایشاں از ملا زین الدین وایشاں از قاضی بیضاوی وایشاں راسند لیست تا ابوالحسن اشعری در کتب تواریخ مشہور و معروف" (۷)

پروفیسر مترجم نے اس کی ہندی کی چندی کر دی ۔

" اور انہوں نے ملا زین الدین سے اور انہوں نے قاضی بیضاوی سے اور ان کی سند ابوالحسن اشعری تک پہونچتی ہے جو کتب تواریخ میں مشہور و معروف ہے"

مگر آج خود قاضی بیضاوی اور امام ابوالحسن اشعری کو ان کے اخلاف نہیں جانتے کہ نہ صرف اسلامی بلکہ عالمی فکر کی تاریخ میں ان کا کیا مقام ہے اور فکر انسانی کا دھارا جو اقدم عصور سے بہتا چلا آرہا ہے اور قیام قیامت تک بہتا چلا جائے گا یہ طویل دھارا امام ابوالحسن اشعری سے قاضی بیضاوی تک کن کن منزلوں میں ہوتا ہوا پہنچا۔

پروفیسر مترجم کا مبلغ علم اور جس ادارہ کے زیر سرپرستی انہوں نے علم و تحقیق کی ریڑھ ماری ہے ۔ اس کی ذمہ داری تو کسی توضیح مزید کی مقتضی نہیں ہے البتہ آئندہ جو حضرات اس کڑی کمان کو زہ کرنے کی کوشش فرمائیں وہ ان کھانچوں کو بھرنے کے لئے ضرور کوشش کریں۔

۲ ۔ پروفیسر مترجم نے مفتی جمال خاں دہلوی کے تذکرہ میں لکھا ہے ۔

" انہوں نے مفتاح کی دونوں شرحوں پر محاکمہ کیا ہے۔ چالیس مرتبہ کتاب عضدی کا اول سے آخر تک درس دیا " (۸)

اصل مصنف کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

" بر شرحین مفتاح محاکمہ کردہ و کتاب عضدی را چہل مرتبہ از اول تا آخر درس دادہ" (۹)

ضرورت تھی کہ مفتاح ۔ اس کی دونوں شرحوں اور کتاب عضدی کا اگر مبسوط نہیں تو مختصر ہی تعارف کرا دیا جاتا ۔ مفتاح سکاکی کی مفتاح العلوم کا مختصر نام جو تلخیص المفتاح بالخصوص اس کی شرح مختصر المعانی اور مطول سے پہلے فنون بلاغت کے نصاب میں متداول تھی ۔ بے شمار علماء نے اس کی شروح لکھیں جن میں سے نویں دسویں صدی میں دو شرحوں کا زیادہ رواج تھا ۔ ایک علامہ سعد الدین تفتازانی کی دوسری میر سید شریف ۔ یہ دونوں فاضل معاصر تھے اور دونوں میں معاصرانہ چشمک ہی نہیں بلکہ حریفانہ رقابت تھی اس لئے دونوں نے اپنی اپنی شرح میں